میر ببر علی انیسؔ

سالِ ولادت: ۱۸۰۰ء　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　سالِ وفات: ۱۸۷۴ء

ممتاز مرثیہ گو میر ببر علی انیسؔ فیض آباد کے ایک معروف علمی وادبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام ببر علی اور انیسؔ تخلص تھا۔ ان کے والد کا نام میر خلیق تھا۔ میر خلیق اپنے وقت کے مشہور مرثیہ گو شاعر تھے جب کہ ان کے دادا میر حسن (مثنوی سحر البیان کے خالق) صاحب دیوان شاعر اور مشہور مثنوی نگار تھے۔ میر انیسؔ نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ سے حاصل کی جبکہ مشق سخن کے لیے اپنے والد سے تربیت پائی۔ کچھ عرصہ فیض آباد میں قیام پذیر رہنے کے بعد انیسؔ کا پورا خاندان لکھنؤ چلا آیا اور پھر وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ جنگ آزادی کے بعد جب واجد علی شاہ کو معزول کر دیا گیا تو میر انیسؔ عظیم آباد (پٹنہ) چلے گئے۔ کچھ وقت حیدر آباد دکن میں گزارنے کے بعد آخری عمر میں پھر لکھنؤ واپس چلے گئے اور وہیں ۱۸۷۴ء میں دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

میر انیسؔ انتہائی خود دار اور وضع دار انسان تھے۔ انھوں نے ہزاروں کی تعداد میں مرثیے' سلام' قطعات و رباعیات رقم کیں۔ ان کے مرثیوں کی پسندیدگی و شہرت کا یہ عالم تھا کہ میر انیسؔ کی مجلس میں ہزاروں ارادت مندوں کا اجتماع رہتا تھا۔

میر انیسؔ ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ حسنِ اسلوب کے اعتبار سے میر انیس کے مرثیوں میں بہت روانی' تنوع' رنگارنگی' کلام کی صفائی' لطفِ زبان اور ذخیرۂ الفاظ پایا جاتا ہے۔ میر انیس کے مرثیے محاکات نگاری' واقعہ نگاری اور جذبات نگاری کی عمدہ مثال ہیں۔ "شوقِ شہادت" میں جو ایک طویل مرثیے کا ایک مختصر سا اقتباس ہے، یہ سارے اوصاف بخوبی دیکھے جا سکتے ہیں۔

یہ امر مسلّم ہے کہ مرثیہ نگاری میں میر انیس نے اپنے فن کے جو جوہر دکھائے ہیں وہ بس انھی کا حصہ ہے۔ میر انیس کی فنی عظمت کو تمام بڑے بڑے نقادوں نے تسلیم کیا ہے۔ ان جیسا مرثیہ گو مرثیے کی ساری تاریخ میں نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی مجالس میں بالعموم میر انیس ہی کے مرثیے پڑھے جاتے ہیں جو اپنی اثر آفرینی اور کمال کی منظر نگاری کے باعث عقیدت' محبت اور ذوق وشوق سے سنے جاتے ہیں۔

شوقِ شہادت

جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے ` جلوہ کیا سحر کے رخِ بے حجاب نے
دیکھا سوئے فلک شہِ گردوں رکاب نے مُڑ کر صدا رفیقوں کو دی اُس جناب نے
آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو
اُٹھو فریضۂ سحری کو ادا کرو

ہاں غازیو! یہ دن ہے جدال و قتال کا یاں خوں بہے گا آج محمدؐ کی آل کا
چہرہ خوشی سے سرخ ہے زہراؑ کے لال کا گذری شبِ فراق دن آیا وصال کا
ہم وہ ہیں غم کریں گے ملک جن کے واسطے
راتیں تڑپ کے کاٹی ہیں اس دن کے واسطے

یہ صبح ہے وہ صبحِ مبارک ہے جس کی شام یاں سے ہوا جو کوچ تو ہے خلد میں مقام
کوثر پہ آبرو سے پہونچ جائیں تشنہ کام لکھے ذرا نماز گزاروں میں سب کے نام
سب ہیں وحیدِ عصر یہ غل چار سو اُٹھے
دُنیا سے جو شہید اُٹھے سرخرو اُٹھے

یہ سن کے بستروں سے اٹھے وہ خدا شناس اک اک نے زیبِ جسم کیا فاخرہ لباس
شانے محاسنوں میں کیے سب نے بے ہراس باندھے عمامہ آئے امامِ زماں کے پاس
رنگیں عبائیں دوش پہ کمریں کسے ہوئے
مشک و زباد و عطر میں کپڑے بسے ہوئے

سوکھے لبوں پہ حمدِ الٰہی رخوں پہ نور خوف و ہراس رنج و کدورت دلوں سے دور
فیّاض، حق شناس، اولوالعزم، ذی شعور خوش فکر و بذلہ سنج و ہنر پرور و غیور
کانوں کو حسنِ صوت سے حظ برملا ملے
باتوں میں وہ نمک کہ دلوں کو مزا ملے

لب پر ہنسی گلوں سے زیادہ شگفتہ رو پیدا تنوں سے پیرہنِ یوسفی کی بو
غلماں کے دل میں جن کی غلامی کی آرزو پرہیز گار و زاہد ابرار و نیک خو
پتھر میں ایسے لعل صدف میں گہر نہیں
حوروں کا قول تھا کہ ملک ہیں بشر نہیں

پانی نہ تھا وضو جو کریں وہ فلک مآب	پر تھی رخوں پہ خاک تیمم سے طرفہ آب
باریک ابر میں نظر آتے تھے آفتاب	ہوتے ہیں خاکسار غلامِ ابوتراب

مہتاب سے رخوں کی' صفا اور ہو گئی
مٹی سے آئنوں میں جلا اور ہوگئی

خیمے سے نکلے شہ کے عزیزانِ خوش خصال	جن میں کئی تھے حضرتِ خیرالنسا کے لال
قاسم سا گلبدن' علی اکبر سا خوش جمال	اک جا عقیل و مسلم و جعفر کے نونہال

سب کے رخوں کا نور سپہر بریں پہ تھا
اٹھارہ آفتابوں کا غنچہ زمیں پہ تھا

مشق

1- مرثیہ کسے کہتے ہیں؟ مرثیہ کے اجزاء تفصیلاً بیان کریں۔
2- میر انیس کی مرثیہ نگاری پر نوٹ لکھیں۔
3- مرثیہ میں جو منظر پیش کیا گیا ہے اسے اپنے الفاظ میں بیان کریں۔
4- مرثیہ کے پہلے بند کی تشریح کریں۔
5- جس نظم کے ہر بند کے چھ مصرعے ہوں اسے مسدّس کہتے ہیں۔ مسدس کے ابتدائی چار مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہوتے ہیں جب کہ آخری دو مصرعے اپنے طور پر ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ میر انیس کا یہ مرثیہ ہیئت کے اعتبار سے مسدّس ہے۔ اپنی کتاب میں سے مسدّس کی کوئی اور مثال تلاش کر کے لکھیں۔
6- اعراب کی مدد سے مندرجہ ذیل الفاظ کا تلفظ واضح کریں۔
قطع' فلک' حمد' فکر' ابر
7- درست بیان کے سامنے (✓) اور غلط بیان کے سامنے (×) کا نشان لگائیں۔
i- ''شوقِ شہادت'' میر انیس کا لکھا ہوا مرثیہ ہے۔
ii- میر انیس نے مرثیے کے علاوہ قصیدے بھی لکھے۔
iii- ''شوقِ شہادت'' ہیئت کے اعتبار سے مسدس ہے۔
iv- میر انیس کی وجہِ شہرت مرثیہ نگاری ہے۔

☆☆......☆☆......☆☆

نظم

نظم کے عام مفہوم کے مطابق اگرچہ ہر منظوم کلام نظم ہے لیکن نظم کے ایک محدود معنی بھی ہیں جن کے مطابق نظم ایک صنف سخن ہے جو اشعار کا ایسا مجموعہ ہوتی ہے جس میں ایک مرکزی خیال ہو، کوئی موضوع ہو اور فلسفیانہ، بیانیہ یا مفکرانہ انداز میں شاعر نے کچھ داخلی اور کچھ خارجی دونوں قسم کے تاثرات پیش کیے ہوں۔

نظم کے لیے مسمّط کا لفظ بھی آتا ہے جس کا معنی ہے "موتیوں کی لڑی"۔ اصطلاح میں اس سے مراد کوئی ایسی نظم ہوتی ہے جس کے مختلف بند ہوں۔ ہر بند مختلف مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اگر تین مصرعوں کا بند ہو تو اُسے مثلّث کہا جائے گا۔ چار مصرعوں کا بند ہو تو اُسے مربّع کہا جائے گا، پانچ مصرعوں کے بند کو مخمس اور چھ مصرعوں کے بند کو مسدّس کہا جائے گا۔ اگر مصرعوں کی تعداد آٹھ یا دس ہو تو ایسی نظم کو بالترتیب مثمّن اور معشّر کا نام دیا جاتا ہے اور ترکیب بند یا ترجیع بند بھی کہتے ہیں۔ ترکیب بند وہ طویل نظم ہوتی ہے جس کے کئی بند ہوں اور ہر بند میں چار، پانچ، چھ یا سات اشعار ہوں اور آخر میں ایک ٹیپ کا شعر ہو۔ ترجیع بند کی ہیئت بھی ترکیب بند کی طرح ہوتی ہے۔ دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ ترکیب بند میں ٹیپ کا مصرع یا شعر بدل جاتا ہے جبکہ ترجیع بند میں ٹیپ کا مصرع یا شعر بار بار دہرایا جاتا ہے اور وہ ہر بند کے اختتام پر آتا ہے۔

اردو ادب میں نظم گو شعرا میں نظیر اکبر آبادی کا نام بہت نمایاں ہے۔ انھوں نے مختلف موضوعات پر نظمیں لکھیں۔ مولانا محمد حسین آزاد اور مولانا حالی نے بھی بہت سی نظمیں لکھیں۔ علامہ اقبال بھی بنیادی طور پر نظم کے شاعر تھے۔ ان کے بعد جن شعرا نے نظم گوئی کی طرف خاص توجہ دی ان میں چکبست لکھنوی، سیماب اکبر آبادی، تاجور نجیب آبادی، جوش ملیح آبادی، تلوک چند محروم، اختر شیرانی، احسان دانش، حفیظ جالندھری، فیض احمد فیض اور مجید امجد خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔